Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 112-135.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

THE HOLY QURAN AND CREATION OF HUMAN BEING- THOUGHTS OF HAROON YAHYA

قرآن مجید اور تخلیق انسانی۔۔ہارون یحیٰ کے افکار

کوثر پروین[1] ، پروفیسر ڈاکٹر مقبول حسن گیلانی[2]

ABSTRACT-Human being has been indulged in economic activities so much that he has forgotten about his creation. Human creation is in accordance with the teaching of Holy Quran and traditions of Human Creation of Haroon Yahya. Haroon Yahya was a great leader. He spent his whole life in spreading of Islamic tradition. According to his thought, Creation of Human is not by evolutionary process; Nutfah is the actual base of Human creation. Our study proves that human creation, which is creating by Nutfah, is right as stated by Haroon Yahya. The origin of man as being from the nutfah is the fact that man falls into *Kufr*, when he starts to deny Allah's blessings, or to be lie His Prophets, or reject Allah's commands, refusing obstinately to obey them. Thus, it is necessary that one has to follow a spiritual leader to make his life successful in this world and hereafter.

Key words: Creation of Human being, Nutfah, evolutionary process.

Type of paper: **Original Research paper**
Paper received: 28-09-2017
Paper accepted: 25.10.2017
Online published:01.01.2018

1.Research Scholar, M. Phil Islamic Studies, Department of Islamic Studies, Institute of Southern Punjab, Multan-Pakistan. Jalalpur0014@gmail.com. Cell # +923005279765.
2.Professor, Dr Maqbool Hassan Gillani, Associate Professor, Government College, Jalal Pur Pir Wala. maqbool.gilani@gmail.com.Cell # 03006341658.

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 112-135.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

ِ قرآن مجید اور تخلیق انسانی۔

اسلامی علمیت کابنیادی ماخذ وحی الٰہی یعنی قرآن و حدیث ہے اور 'جاہلیت ِجدیدہ' یعنی تہذیب ِ مغرب کی علمیت کا ماخذ 'وحی بیزار عقل' اور 'مذہب دشمن جذبات' ہیں۔ اس 'وحی بیزار عقل' اور ' مذہب دشمن جذبات 'نے جس علمیت کو جنم دیا، وہ 'جدید سائنس' (نیچرل وسوشل) کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔ ماخذ ِ علم کے اس بنیادی اور اساسی اختلاف کے باوجود بہت سے لوگوں نے بعض جزوی مشابہتوں کی بنا پر،جن کا کسی بھی علمیت ، چاہے وہ کافرانہ و مشرکانہ ہو یا اسلامی اور موحدانہ، میں پایا جانا ممکن ہوتا ہے بعض بڑے بڑے نتائج اخذ کئے ہیں۔ اسلام میں بعض معاملات کو مشورہ کے ذریعے طے کرنے کی اجازت کو 'اسلامی جمہوریت ' بنا دینا اور صرف سود کی بعض شکلوں سے بچتے بچتے بینکاری کے مروّجہ نظام کو 'اسلامی بینکاری' قرار دینا اس کی مثالیں ہیں۔ 'کائنات پر غور وفکر' یقینا قرآن کا ایک اہم موضوع ہے اور جدید سائنس تو اسی مقصد کے لئے وجود میں آئی ہے۔ عنوان کی اس مشابہت سے بہت سے مسلمان سائنس کے اس قدر دلدادہ ہوئے کہ یہاں تک کہنے لگے کہ سائنس تو قرآن سے نکلا ہوا علم ہے اور اہل یورپ نے تو سائنس سیکھی ہی مسلمانوں سے ہے، جب وہ اَندلس کی درس گاہوں میں پڑھنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ پھر مسلمانوں میں سائنسدانوں کے نام گنوائے جانے لگے، اسلام اور سائنس کے عنوان سے کتابیں لکھی جانے لگیں جن میں مشترکہ علمیت کو اُجاگر کیا جاتا بعض تو یہاں تک بڑھے کہ اسلامی سائنس کی بنیادیں رکھنے لگے اور کئی ایک اس سے بھی آگے سائنس کو اسلام اور اسلام کو سائنس تک ثابت کرنے سے نہ ہچکچائے ... غلام قومیں شاید اپنے آقاؤں کے سامنے اسی طرح بچھتی رہی ہوں گی

1859ء میں چارلس ڈارون نامی ایک شخص نے ایک انتہائی خطرناک نظریہ پیش کیا جسے 'نظریہ ارتقاء 'کہا جاتا ہے۔ اگراس کے نظریہ ارتقاء کو ایک جملے میں لکھا جائے تو ہم کہیں گے: ماحول کے مطابق حیاتی اجسام میں مسلسل تبدیلی اپنی بقاءکے لیے۔ڈارون نے اپنے نظریے میں انسان کی بات نہیں کی تھی مگر بہرحال اُس کا نظریہ ہر جاندار شئے پہ لاگو ہوتا ہے بشمول بنی نوع انسان ک۔ ڈارون کے نزدیک تمام جاندار اپنی ہیت کو تبدیل کرتے رہتے ہیں اپنے اطراف کے ماحول میں زندہ رہنے کے لیے۔ مثال کے طور پر کہا جاتا ہے کہ بعض پانی کے جانور کروڑوں سال پہلے چرندے تھے مگر کسی وجہ سے اُن کو اپنی زندگی طویل عرصہ تک پانی میں گزارنی پڑی تو ان کے پاؤں غائب ہو گئے اور وہ مچھلی کی طرح کی شکل اختیار کر گئے۔ اسی طرح مچھلیوں کو جب زمین پر زندگی گزارنی پڑی تو ان کے پاؤں نکل آئے اور ان کی شکل پہلے مگرمچھ اور پھر بعد میں دیگر جانداروں کی سی ہو

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 112-135.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

گئی۔ یعنی اپنی بقاء کے لیے قدرت (اللہ تعالٰی نے نہیں) نے انکی جون تبدیل کر دی۔ اسی طرح انسان کے بارے میں نظریہ ارتقاء کے حامی کہتے ہیں کہ انسان بن مانس کی نسل سے تھا جو اپنے ماحول کی وجہ سے تبدیل ہو کر ویسا ہو گیا جیسا کہ آج ہے۔ چمپینزی جیسے چو پائے سے دو پیروں پر انسان اس لیے کھڑا ہو گیا کہ وہ اُس زمانے میں اور اُس وقت کے ماحول کے مطابق اُس کی بقاء کے لیے ضروری تھا۔ سننے میں تو یہ نظریہ بڑا دلچسپ ہے اور اسی لیے اس پر سینکڑوں کہانیاں اور کتابیں لکھی جچا چکی ہیں اور متعدد فلمیں بن چکی ہیں۔ مگر حقیقت اس کے قطعی برعکس ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعٰلی نے انسان کو بالکل اسی حلیے میں بنایا ہے جس میں وہ آج موجود ہے۔ دہریوں کہ نظریے اور ایمان کے بیچ سائنس حائل ہے جو اپنے نت نئے انکشافات سے ایمان کی تائید کرتی ہے۔ نظریہ ارتقاء کے حامی ابھی بھی اس بات کا جواب نہیں دے سکتے کے حیات کی ابتداء کیسے ہوئی؟ جب بگ بینگ سے کائنات وجود میں آئی تو اُس میں جاندار مادّہ تو کوئی تھا نہیں۔ تو پھر زندگی کی ابتداء کیونکر ہوئی؟ کچھ کہتے ہیں کہ کسی کیمیائی عمل سے ایسا ہوا۔ تو اگر کیمیا گری سے زندگی وجود میں آ سکتی تو سائنس اتنی ترقی کرنے کا بعد علم کیمیا سے کو ئی معمولی نوعیت کا جاندار یا کیڑا پیدا کر کے کیوں نہیں دکھا دیتی؟ بہرحال بات ڈارون کے مشہور زمانہ اور ساتھ ہی انتہائی متنازع نظریہ ارتقاء کی ہو رہی ہے۔ جو صرف وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں زندگی پہلے سے ہی موجود تھی۔ تفصیلی بحث میں جئے بغیر ہم انسانوں کے ارتقاء کی طرف آتے ہیں۔ یعنی بن مانس سے مانس بننے کا سفر موجودہ دور کے انسان کو سائنس ہوموسیپینز (Homo Sapeins) کہتی ہے۔ اس سے پہلے کی نسل کو ہومو ایریکٹس (Homo Erectus) کہتے ہیں۔ علم الانسان یا بشریات کے ماہر یعنی اینتھروپولوجسٹ (Anthropologists) اپنی تما م تر کوشش کے بعد بھی ہوموسیپینز اور ہومو ایریکٹس کے درمیان کوئی جوڑ پیدا کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ آج تک دنیا بھر میں زمین کی کھدائی سے کوئی ایک بھی ہڈی ایسی نہیں ملی جو ہوموسیپینز اور ہومو ایرکٹس کے درمیان کے دور کو ثابت کرتی ہو۔ اس بات کو ہم مسِنگ لنکِ (Missing Link) کا نام دیتے ہیں۔ اِرتقاءکے مطابق ایک نوع کو دوسری نوع میں تبدیل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ کوئی ایسا لمحہ آجائے جس میں اُن کی باہمی نسل اگے نہ بڑھ سکے۔ اگر بندر سے انسان کو الگ ہونا تھا تو تاریخ میں کوئی ایسا وقت ضرور آیا ہوگا جب انسان نے اپنے جد امجد کو الوداع کہا ہوگا۔ وہ وقت کب آیا؟ کتنی خاموشی سے آیا؟ کسی کو آج تک خبر بھی نہ ہوئی؟ گمان ہے کہ بن مانس سے انسان کے الگ ہونے کا وقت آج سے **50** یا **70** لاکھ سال پہلے آیاہوگا۔ اس دور سے لے کر **15** لاکھ سال پہلے تک کئی قسم کے ادوار انسانی ارتقاء کی کہانی سناتے ہیں اور پھر ہومو ایریکٹس (Homo

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 112-135.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

(Erectus)کا دور آیا جو 2 سے 3 لاکھ سال پہلے بڑے پرُاسرار انداز میں غائب ہوگیا۔ اور پھر اچانک ہی 1.5 لاکھ سال پہلے کہیں سے ہوموسیپینز (Homo Sapeins)کا وجود آگیا۔ ہومو ایریکٹس کے بارے میں قیاس ہے کے وہ تقریباً انسان تھے ہومو ایریکٹس اور ہوموسیپینز کے درمیان صرف 50 ہزار سال کا وقفہ ہے لیکن دونوں ں کا خاص اَختلاف یہ ہے کے دونوں کے دماغ کے حجم میں بہت بڑا فرق ہے (تقریباً ڈیڑھ گنا) ۔اس کے علاوہ دونوں بلکے جتنے بھی اعلیٰ حیوان (Primates) موجود ہیں ان کے تولیدی عمل میں بھی بہت ہی خاص اور نما یاں فرق پایا جاتاہے جو صرف اور صر ف انسانو ں کا خاصہ ہے۔ پھر ہوموسیپینز یا انسان کے جسم کے بالوں کو کیا ہوا؟ کہاں گئے؟ کیسے جھڑگئے؟ صرف دو وجہ ہو سکتی ہیں جسم کے بال گر جانے کی ۔ انسان کی ارتقاءکافی زمانے تک پانی میں ہوئی یا پھر وہ عرصہ دراز تک کسی بہت ہی گرم جگہ رہتا رہا۔ لمبے عرصے تک پانی میں رہنے کی تو وجہ کچھ کچھ سمجھ آتی ہے کیونکہ انسان کا بچہ پیدائشی طور پر پانی میں سانس روک لینے اور کسی حد تک تیرنے کی قدرتی صلاحیت رکھتا ہے۔ لیکن یہ شکم مادر میں پروان چڑھنے کانتیجہ بھی ہو سکتا ہے۔ مگر اس کے علاوہ: انسانی کھال کے نیچے چربی کی تہہ کا ہونا۔ بال کا نہ ہونا۔ نرخرے اور زبان کی بناوٹ۔ نمکین پسینے کے غدود جلد کا نرم ہونا اس بات کی غمازی کرتے ہیں کے انسان کا پانی سے کوئی رشتہ کبھی ضرور رہا ہے۔ لیکن کب اور کہاں یہ دور گزرا اس کے بارے میں مکمل سکوت ہے۔ کیا اسی لئے ہومو ایریکٹس اور ہوموسیپینز کے درمیان کا جوڑ غائب ہے کیونکہ وہ کہیں پانی میں دبا ہوا ہے۔ (واللہ عالم) بہت سے جانور زمانہ قدیم سے اوزار استعمال کرتے چلے آرہے ہیں جیسا کہ مصری گدھ کا پتھر پھینک کہ شترمرغ کے انڈے توڑنا۔ بحر اوقیانوس کا اُود بلاؤ بھی ایسا ہی کر تاہے۔ بعض ہدہد کانٹوں سے درختوں میں موجود کیڑوں کو کرید کرید کر کھاتے ہیں۔کنگارُو کا اتنا ہنر مند ہونا بھی سب کے علم میں ہے مگر وہ پھر بھی اوزاراستعمال نہیں کرتا۔ ایسی دیگر کئی مثالیں موجود ہیں بہت سے جانورں کے متعلق مگر انہوں نے اوزار کے استعمال سے کچھ بھی نہیں سیکھا۔ لاکھوں سال سے ایک ہی طرح اپنے اپنے اوزار استعمال کر رہے ہیں اور بس۔ ارتقاء پسند خود یہ کہتے ہیں کے ارتقاء کا عمل انتہائی سست رفتار ہوتا ہے کیونکہ قدرت جو جاندار کے لیے بہتر ہوتا ہے وہ بڑے آہستہ انداز میں پسند کرتی ہے اور پھر اُس تبدیلی کو نسل در نسل آگے بڑاہتی ہے۔ ایک لاکھ سال میں کچھ نیا بن جانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شے ء اچانک ہی ہو گئی ہو۔ تو پھر ہومو سیپینز اور ہومو ایریکٹس کے درمیان کے ایک لاکھ سے بھی کم عرصے میں انسان کا دماغ بن جانا، بال گر جانا، تولید کا عمل بدل جانا، انسان کا بولنا شروع کردینا (جبکہ وہ انتہائی خطرناک ہوتا ہے کھاتے وقت) اورکھانا چبا کے کھانا شروع کر دینا کیسے ہو

گیا؟ اس کے علاوہ ارتقاء پسند یہ بھی مانتے ہیں کے قدرت وہی کچھ دیتی ہے جس کی اُس ماحول میں ضرورت ہو تو پھر ہم کو قدرت نے (اللہ نے نہیں) اِتنا اعلیٰ دماغ کیوں دیا جو آج اتنی ترقی کے بعد بھی ہمارے استعمال سے کہیں زیادہ کارکردگی کا حامل ہے۔ اتنا زبردست دماغ بغیر کسی ضرورت کے دے دیا؟ دنیا کی ہر شےءمیں ایک تناسب ہے۔ ہرن اور چیتے کی مثال لے لیں۔ چیتے کو خاص طور پر ہرن کے شکار کے لئے بنایا گیا ہے اور ساتھ ہی ہرن کو چیتے سے بچنے کی بھرپور صلاحیت دی گئی ہے۔ موت وزیست کا کھیل یہ دونوں ازل سے کھیلتے چلے آرہے ہیں مگرپھربھی دونوں کی نسلیں پروان چڑھتی رہی۔ ہرن کو اگرچہ مرنا ہوتا ہے مگر اس کی پیدائش کا تناسب چیتے سے کہیں زیادہ ہے۔

جناب ہارون یحیٰی کی کتابوں کا مقصد:-

جناب ہارون یحیٰی کی کتابوں کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے۔ کہ عوام الناس تک قرآن کا پیغام پہنچایا جائے اور اللہ کی عظمت کو بیان کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ عقیدہ اور ایمان کے بنیادی موضوعات پر بھی انہوں نے کتابیں تحریر کی ہیں۔ مادہ پرستی اورلا مذہبیت پربھی ان کی کتابیں قابل ذکر ہیں۔

مصنف کے کام کو ہر شعبہ زندگی کے لوگوں نے سراہا ہے ۔ان کی کتابوں کے قارئین اب صرف ترکی تک محدود نہیں بلکہ امریکہ ،برطانیہ ،فرانس ،انڈونیشیا، پولینڈ ،پاکستان ، بھارت ،بوسینیا ،اسپین ،برازیل و جرمنی اور دوسرے کئی ممالک میں موجود ہیں۔ جناب ہارون یحیٰی 170 سے زائد کتابیں تحریر کر چکے ہیں۔ان کی کتابیں 20 سے زائدزبانوں میں ترجمہ کی جاچکی ہیں۔(اوراب بھی کی جارہی ہیں) جن میں اردو ،عربی ،انگریزی ،فرانسیسی ،ہندی ،روسی ،پرتگالی اور سربیانی زبانیں وغیرہ شامل ہیں۔ جناب ہارون یحیٰی کی فکر انگیز تصانیف نے ترکی کے عوام ،بالخصوصی نوجوان نسل کو متاثر کیاہے۔ رفتہ رفتہ یہ کارواں بڑھتا گیا اور لوگ ان کے ساتھملتے گئے ۔اس صورت حال پر ترکی کے مقتدر حلقوں میں ہلچل مچ گئی پھر وہی ہو اجو دنیا میں ہر حق گو کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ ان پر منشیات کی فروخت اور استعمال کا جھوٹا اور شرمناک الزام لگایا گیابعدازاں قید و بندکی صعوبتوں سے گزارا گیا اس دوران انھیں خطرناک ذہنی مریضوں کے ساتھ رکھا گیا ۔ سازش کے تحت جناب ہارون یحیٰی کو کوکین کے انجکشن بھی لگائے گئے ۔ تاہم یہ تمام مصائب ان کے عزم و ہمت کے آگے حائل نہ ہوسکے اور انہوں نے قلم وقرطاس سے رشتہ قائم رکھا ہواہے۔

جناب ہارون یحیٰی نے ترکی میں" سائنس ریسرچ فاونڈیشن" بھی قائم کی ہے جو اب تک ایک مصبوط ادارہ بن چکی ہے یہ ادارہ نہ صرف ڈارون پرستی کی تردید میں بین الاقوامی کانفرنسیں منعقد کرتا ہے۔ بلکہ جدیددور میں اسلام کی درست تصوریر پیش کرنے کی سعی بھی کررہا ہے۔ 11ستمبر 2001 ءکے

واقعے کے بعد اس ادارے نے مغربی ممالک وبلخصوص امریکہ اور برطانیہ میں مذاکروں اور کانفرنسوں میں اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ کیا تھا۔

جناب ہارون یحیٰی ابتک ایمان ،قرآن و سائنس ،مادہ پرستی ،ڈاروتزمیں نظریہ ارتقاء کی اغلاط و فقرات اور ٹیکنالوجی ،انسانی جسم کے معجزات ،نظام قدرت کے معجزات ،قرآن پاک کی حقانیت ،صیہو نیت کے عزائم ، فائزم ، کمیونزم ، بوسنیا اور ترکی میں نادیدہ طاقتوں کا عمل دخل ، مغرب اور مذہب ، قرآن اور عہدِ حاضر کے مسائل کا حل، اتحاد کی تباہ کاریاں، اسلام کے بنیادی عقائد ، کائنات اور فطرت میں اللہ کی نشانیاں اور دیگر متعدد فکر انگیز موضوعات پر خوبصورت ایمان افروز کتب تحریر کر چکے ہیں ۔ ان کتب کا مطالعہ ہر طرح کے نظریاتی رجحان اور ذہنی استطاعت رکھنے والے قاری کے لیے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

ہارون یحیٰ کی دیگرتصانیف میں "یہودیت اور فری میسنری " ۔ "فری میسنری اور سرمایہ داری "، ابلیس کا مذہب: فری میسنری" ، "یہوداہ کے بیٹے اور اور فری میسنز "، "نیا میسنی نظام "، "بو سنیا میں خفیہ ہاتھ" ، "مکمل تباہی کا جھانسہ "، "دہشت گردی کے واقعات کے پیچھے"، "اسرائیل ----- ایک کر دی پتا "، "ترکی کے لیے قومی حکمت عملی "، " تباہ شدہ اقوام " ، "عقل والوں کے لیے " ، "خلیہ ۔ ایک نشانی " ، "نظام مامونیت ۔ ایک نشانی " ، " انسانی آنکھ ایک نشانی " ، " مکڑی ۔ ایک نشانی " ، " مچھر ۔ ایک نشانی " ، "چیونٹی ۔ ایک نشانی "، "حیاتِ دنیا کی حقیقت "۔

مصنف نے کچھ کتابچے بھی لکھے جن کے نام یہ ہیں :

"راز ہائے ایٹم " ، " نظریہ ارتقاء کی موت " ، " حقیقت تخلیق " ، " مادے کی موت " ، " ارتقاء پسندوں کی فاش غلطیاں اول " ، "ارتقا ء پسندوں کی فاش غلطیاں دوئم " ، " ارتقاء کی خورد حیاتیاتی موت " ، " نظریہ ارتقاء کی موت بیس سوالات میں " ڈارونیت : تاریخ حیاتیا ت میں سب سے بڑا فریب " ۔

مصنف کے دیگر تصنیفی کام کے قرآنی موضوعات درج ذیل ہیں:

"سچائی کے بارے میں جو کبھی سوچا گیا " ، " اللہ کے لیے وقف " ، " جہالت کے معاشرے سے ترک تعلق " ، "جنت " ، " نظریہء ارتقاء " ، " قرآن اور اخلاق حسنہ پر مبنی اقدار " ، "قرآنی علم " ، "قرآن کا اشاریہ " ، "اللہ کی خاطر ہجرت " ، "قرآن اور منافقین کا کردار " ، "منافقین کے راز " ، "اللہ کی صفات " ، "قرآن میں پیغام کی ترسیل اور اس کی حجت " ، "قرآن کے اساسی نظریات " ، "قرآن کی روشنی میں جوابات " ، "حیات بعد از ممات اور جہنم " ، "پیغمبروں کی جدو جہد " ، "انسان

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 112-135.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

کا کھلا دشمن : ابلیس " ، "بت پرستی " ، "جاہل کا مذہب " ، "ابلیس کا غرورو تکبر " ، "قرآن اور نماز " ، "قرآن اور انسان کا باطن " ، "یوم حشر " ، " مت بھولئے " ، " قرآن کے فیصلے جو نظر انداز کیئے گئے " ۔

جو تتلیوں کے پروں پر بھی پھول کاڑھتا ہے
یہ لوگ کہتے ہیں اس کی کوئی نشانی نہیں

عہدِ موجود خواب اور خبر کی یکجائی کا بلکہ صحیح تر معنوں میں انسان کی بے خبری کے اعتراف کا دور ہے۔ بیسویں صدی اور بالخصوص اس کے آخری ربع میں انسانی کی تیز رفتار علمی پیش قدمی اور وسیع ہوتی ہوئی معلومات نے انسانی کی لاعلمی کو مزید اجاگر کر دیا ہے۔ گزرتا ہوا ہر پل ان کڑیوں کو باہم مربوط کر رہا ہے جو ایک عظیم ڈیزائنر اور لازوال خالق کی نشان دہی کرتی ہیں ۔ ایک عظیم معمے (JIGSAW PUZZLE) کی طرح معلوم کے ٹکڑے اس تصویر میں اپنی اپنی جگہ تیزی سے بیٹھ رہے ہیں جو خاک کے حقیر ترین ذرے کے باطن سے لے کر کہکشاوں کے پیچیدہ نظام تک محیط ہے۔ جدید ترین سائنسی اکتشافات و ایجادات ہر آن خالق کائنات کی نشانیوں کو انسان کے سامنے پیش کر رہی ہیں۔ کھلتی ہوئی ہر پرت اور اترتا ہوا ہر غلاف اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ یہ بے مثال نظام اس سے کہیں عمیق اور کہیں پیچیدہ ہے جتنا انسان ابتدا سے سمجھتا تھا ۔ اس حیرت سرا میں کھلنے والا ہر دروازہ ایک نئے جہان کی خبر دیتا ہے اور اس اعتراف کے بنا کوئی چارہ نہیں کہ انسان ابھی اس جہان کی صرف دہلیز پر کھڑا ہے۔

"نظریہ ارتقاء۔ ایک فریب " (Evolution Deceit) اسی حیرت سرا کی طرف کھلنے والا یک دریچہ ہے ۔ اپنے موضو ع پر یہ انتہائی خوبصورت اور بے مثل کتاب ہمارے ادارے سے شائع ہونے والی ہارون یحیٰ کی چھٹی کتاب ہے ۔ اردو زبان میں ان موضوعات پر جو کام اب تک ہوا تھا ہو یا تو ان حضرات کی تحریروں پر مبنی تھا جو سائنسی علوم سے براہ راست استفادہ نہیں کر سکتے تھے یا سائنس کے ان معتقدات پر مشتمل تھا جنہیں خود سائنس چھوڑ کر یا ان کی بنیاد پر عمارت استوار کر کے آگے بڑھ چکی ہے ۔ ایسے میں ہا رو ں یحییٰ کی یہ تصا نیف اسلا می کتب کی دنیا میں ایسا و قیع اضا فہ ہیں جن کی مثا ل کم از کم اردو ذخیر ے میں دستیا ب نہیں ہے ۔ ان کتب کی خصو صیا ت میں مصنف کا مضبو ط عقید ہ ، طر یقہ استد لا ل ، جدید ر ین علو م تک رسائی اور پر تر ثیر اند از بیا ن وہ عنا صر ہیں جنہو ں نے ان کتب کو غیر معمو لی حیثیت دے دی ہے۔

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 112-135.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

اس کتاب کے فا ضل مصنف "ہا رو ن یحییٰ"کے قلمی نام سے عا لمگیر شہر ت رکھتے ہیں۔ انہو ں نے اللہ تعا لیٰ کے و جلیل القد ر پیغمبروں ،حضر ت ہا رو ن علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام سے متا ثر ہو کر یہ قلمی نام اختیا ر کیا ہے ۔ان دو نو ں پیغمبرو ں نے ضعف ایما ن کے خلا ف جہا د کیا تھا ۔ جنا ب ہا رو ں یحییٰ 1980ءکے عشر ے سے اب تک کتا بیں لکھ رہے ۔ وہ قر آ ن اور سا ئنس ، سیا ست سما جی مسائل اسلام اور عصر حا ضر کے علا وہ ایمان سے متعلق امور پر گر ا ں قد ر تصا نیف پیش کر چکے ہیں تا ہم ان کی تحقیق و تصنیف کا خاص مید ان نظر یہ ارتقا ءاور ڈا رو ن پر ہتی ابطا ل ہے اس میں کو ئی شک نہیں کہ اس مہذ ب دنیا میں نظریہ ارتقا ء اور ذ ا ر و نز م کو ما وہ پر ہتی اور دیگر معا ملا ت سے جو ڑ کر مذ ہب بیز ا ری اور ایما ن کمز ورکر نے کے لئے استعما ل کیا جا رہا ہے جنا ب ہا روں یحییٰ نے ارتقا ءپرستو ں کی جعل سا زیو ں پر سے بھی پر وہ اٹھا نے کی کو شش کی ہے ارتقا ء پراستو ں کو جو اب دینے کے لئے وہ منا ظر اتی اند از کے بجا ئے جدید سا ئنسی تحقیق اور شو ابد کی ہے۔ روشنی میں با ت کرتے ہیں جناب ہا رو ن یحییٰ 170سے زائد کتا بیں تحر یر کر چکے ہیں۔ان کی کتابیں 20سے زائد زبانوں میں ترجمہ کی جا چکی ہیں جنا ب ہا رو ں یحییٰ تر کی مینسائنس ریسر چ فا ؤ نڈ یشن بھی قائم کی ہے جواب تک ایک مضبوط ادارہ بن چکے ہے یہ ادارہ نہ صر ف فا ؤ نڈ یشن پر ستی کی تر و ید میں بین الا قو امی کا نفر نسیں متعقد کر تا ہے بلکہ جد ید دو ر میں اسلا م کی درست تصو یر پیش کر نے کی سعی بھی کر رہا ہے کتا بو ں کے علا وہ جنا ب ہا رو ں یحییٰ نے انہی مو ضو عا ت پر آڈیو ویڈ یو کیسٹو ں اور سی ڈیز کے علا وہ و بب سا ئٹس کا اجز ا ء بھی کیاہے ان کی تیا ر ی میں تما م جدید سہو لیا ت اور ٹیکنا لو جی سے بھرپو ر استفادہ کیا گیاہے بین الا قو امی معیا ر کی ان ویب سا ئٹس کو دنیا کی کئی بڑی زبا نو ں میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ ان کی دستا و یز ی آڈ یو اور ویڈیو دنیا بھر کے ممتا ز ریڈ یو اور ٹی و ی چینلوں سے پیش کی جاتی ہیں۔

ا کتا ب کے آخر میں نظر یہ ارتقا ء کی شکست پر ایک خصو صی ضمیمہ شا مل کیا گیا ہے ۔کیو نکہ تما م الحا و ی فلسفو ں کی بنیا د بھی یہی نظر یہ ارتقا ء ہے ۔ڈا ر و نز م تخلیق کی حقیقت کو اور نتیجتاً وجو د با ر ی تعا لیٰ کو ردکرتا ہےگز شتہ 140سا ل کے دو ران اس کی وجہ متعد د لو گ ایما ن سے متحر ف ہو کر گمر ا ہی کا شکا ر ہو چکے ہیں ۔ لہذا یہ حقیقت طشت ازبام کر نا کہ نظر یہ ارتقا ء ایک فر یب سے ہما را ایک اہم فر یضہ بھی ہ جس کا بر ا ہ را ست تعلق ہمارے ایما ن سے ہے یہ اہم ذمہ دا ری ہر صا حب ایما ن پر یکسا ں اندا ز سے عا ئد ہو تی ہے۔ ممکن ہے کہ بعض قا رئین کو مصنف کی

صرف یہی ایک کتاب پڑھنے موقع ملا ہو لہذا یہ ضروری خیال کیا گیا ہے کہ کتاب کے اختتام پر نظر یہ ارتقاء کے ابطال پر بحث کا جامع خلاصہ شامل اشاعت کر دیا جائے ۔

ایک اور اہم نکتہ اس کتاب میں موجود مواد کے بارے میں ہے مصنف کی دیگر تمام کتب کی طرح اس کتاب میں بھی ایمان سے متعلق موضوعات کو قرآنی آیات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے اور قارئین دعوت دی گئی ہے کہ وہ اللہ کے کلام کو سمجھنے اور اس کے احکامات کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کریں ۔ وہ تمام موضوعات جن کا احاطہ قرآنی آیات کے حوالے سے کیا گیاہے اس انداز سے بیان کئے گئے ہیں کہ وہ قارئین کے ذہن میں شکوک و شبہات یا سوالات نہیں چھوڑتے زیر نظر کتاب اور مصنف کی دیگر تمام تصنیفات میں مخلصانہ سادہ رواں اور سلیس انداز اختیار کیا گیا ہے تاکہ ہر عمر اور ہر معاشرتی طبقے کا ہر ایک قاری نہیں یہ آسانی سمجھ سکے سلیس اورآسان انداز بیان کی تاکہ یہ کتب ایک نشست میں پڑھنے کے لئے بہت موزوں ہیں ۔ مذہب ورو حالیت ک وشدت سے مسترد کرنے والے لوگ بھی ان کتب میں بیان کردہ حقائق سے متاثر ہوتے ہیں اور ان کے مندرجات کی سچائی سے انکار نہیں کر پاتے ۔

زیر نظر کتاب اور مصنف کی دیگر تمام تصانیف انفرادی طور پر دیا گروپ کی شکل میں تبادلہ خیال کے موقع پر پڑھی جا سکتی ہیں ۔ گروپ کی شکل میں ان کتب کے اجتماعی مطالعے سے مستفید ہونے کے خواہش مند قارئین کو یوں بھی فائدہ ہو گا کہ وہ اپنے خیالات اور تجربات میں دوسروں کو شریک کر سکیں گے ۔

ہارون یحیٰ کے نظریات :۔

کائنات کے پہلے انسان (آدم)کی تخلیق کے مراحل :۔

<u>پہلا انسان</u>

پہلا انسان کرہ ارض پر کیسے نمودار ہوا؟

اگرچہ اس سوال پر صدیوں سے کام ہو رہا ہے لیکن یہ وہ سوال ہے کہ جس کا جواب صدیوں کی تحقیق و تجربات کے باوجود آج تک کسی بھی قسم کے ماہرین نہیں دے پائے ہیں۔درحقیقت انسانی تخلیق کے حوالے سے سائنسدانوں، محققوں ، فلاسفروں کو کوئی ایسا سرا نہیں ملتا جہاں سے وہ آغاز کریں۔ صرف اور صرف مذاہب ہیں جو ابتدائی انسان کے بارے میں ہمیں معلومات فراہم کرتے ہیں اس کے علاوہ ابتداء کے انسان کے بارے میں ہمارے پاس کوئی اور ذریعہ معلومات

نہیں ہے۔ اور جدید سائنسی نظریات کی بنیاد بھی مذہبی معلومات ہی ہیں۔ لہٰذا انسان کی ابتداء سے متعلق جو چند مفروضہ نظریات ہمیں ملتے ہیں اگرچہ انہیں سائنسی نظریات کہہ دیا جاتا ہے جب کہ یہ ثابت بھی ہو چکا ہے کہ یہ نظریات نہ صرف یہ کہ غلط مفروضے ہیں بلکہ مذاہب سے مستعار لئے گئے ہیں۔ہر موضوع پر انفرادی حیثیت میں صدیوں سے کام ہونے کے باوجود نہ تو انسان کے انفرادی اجزاء روح، نفس کی شناخت ہی ہو سکی نہ ہی آج تک مجموعی انسان کی حیثیت کا تعین ہو سکا۔

۱۔ لہٰذا جب تک انسان کے انفرادی اجسام کی شناخت نہیں ہوتی تب تک انسان کی مجموعی حیثیت کا تعین کر نا ممکن نہیں۔ اور

۲۔ جب تک مجموعی انسان کی دریافت مکمل نہیں ہوتی تب تک انسان کی تخلیق کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔

جب کہ ہم یہاں انسان کی تخلیق کا تذکرہ کرنے جا رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ماضی کے تمام تر قدیم و جدید کاموں کے برعکس ہم نے اس کتاب میں نہ صرف انسان کے انفرادی اجسام و اجزاء کا انکشاف کیا ہے بلکہ ہر انفرادی جز کی شناخت قائم کی ہے ان تمام کی خصوصیات اور اعمال بھی بیان کئے ہیں اور مادی جسم سے ان تمام تر باطنی اجسام کے تعلق کی وضاحت بھی کی ہے لہٰذا پہلے ہر انفرادی جز کی شناخت کے بعد مجموعی انسان کی تعریف کی ہے۔ در حقیقت انسان کے ہر انفرادی جسم کی شناخت اور انسانی مجموعے (روح، نفس، جسم)کے تعین کے بعد اب ہم انسانی تخلیق کا سراغ لگانے کے قابل ہوئے ہیں لہٰذا اب ہم انسانی تخلیق کا سراغ لگانے کی سمت راست قدم اٹھا سکتے ہیں۔

وجود کائنات ،قران اور جدید سائنس کی روشنی میں:-

ماؤنٹ ولسن کی رصدگاہ کیلی فورنیا میں ہے جہاں 1929ء میں امریکی ماہر فلکیات ایڈون ہبل نے فلکیات کی تاریخ میں ایک عظیم دریافت کی۔ جس وقت وہ ایک بڑی دوربین کے ذریعے ستاروں کا مشاہدہ کررہا تھا، اس نے دیکھا کہ ان سے نکلنے والی روشنی، طیف (Spectrum)کے سرخ سرے میں منتقل ہورہی ہے اور جو ستارہ زمین سے جتنا دُور ہے، یہ منتقلی اتنی ہی نمایاں ہے۔ سائنس کی دنیا میں یہ ایک تہلکہ خیز دریافت تھی، کیونکہ طبیعیات کے مسلمہ اصولوں کے مطابق اگر کسی روشنی کا طیف (Spectrum)نقطہ مشاہدہ)پوائنٹ آف آبزرویشن (کی جانب سفر کررہا ہو تو وہ بنفشی رنگ میں تبدیل ہوجائے گا، جبکہ روشنی کا یہ طیف نقطۂ مشاہدہ سے دور ہورہا ہو تو اس کی روشنی سرخ ہوجائے گی۔

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 112-135.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

ہبل نے اپنے مشاہدات میں دیکھا کہ روشنی سرخ ہوگئی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ستارے ہم سے مسلسل دُور ہوتے جارہے ہیں۔ اس سے پہلے ہبل نے ایک اور اہم دریافت کی تھی۔ اس نے دیکھا کہ ستارے اور کہکشائیں نہ صرف ہم سے بلکہ ایک دوسرے سے بھی دُور ہوتے جارہے ہیں۔ اس مشاہدے سے کہ جہاں ہر شے دوسری شے سے دُور ہو رہی ہے، صرف یہی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ کائنات مستقل پھیل رہی ہے۔ اس بات کو مزید اچھی طرح سمجھنے کے لیے آپ پھولتے غبارے کی سطح کا تصور کیجئے۔ بالکل اسی طرح جیسے پھولتے ہوئے غبارے کی سطح کے نقطے)پوائنٹس (ایک دوسرے سے دُور ہوتے چلے جاتے ہیں، بالکل اسی طرح پھیلتی ہوئی کائنات میں خلا میں موجود اجسام)ستارے، سیارے وغیرہ (ایک دوسرے سے دُور ہورہے ہیں۔ نظری طور پر تو یہ بات اس سے پہلے ہی دریافت کی جاچکی تھی۔ چنانچہ معروف سائنس داں البرٹ آئن سٹائن نے یہ بات نظری طور پر ثابت کی تھی کہ کائنات ساکن (Static)نہیں ہوسکتی۔ تاہم اس نے اپنے نظرئیے کا پرچار نہیں کیا، کیونکہ اس وقت سلکن کائنات کا نمونہ (Static Universe Model)وسیع پیمانے پر تسلیم کیا جاتا تھا۔ بعد میں اس بات کو ہبل کے مشاہدات نے ثابت کردیا کہ کائنات پھیل رہی ہے۔ لیکن کائنات کی تخلیق کے سلسلے میں کائنات کے پھیلاؤ کی کیا حیثیت ہے؟ کائنات کے پھیلاؤ کو ہم اگر پہلے کے وقت میں دیکھیں تو یہ ثابت ہوگا کہ کائنات ایک واحد نقطے)سنگل پوائنٹ (سے وجود میں آئی ہے۔ تخمینہ جات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اس ’’واحد نقطے (‘‘جس میں تمام کائنات کا مادہ سمایا ہوا ہوگا (کا حجم صفر اور کثافت لامتناہی (Infinite) ہوگی۔ چنانچہ ایک دھماکے کے بعد اس کائنات کا آغاز ’’صفر حجم (‘‘زیرو والیم (سے ہوا ہوگا۔ یہ عظیم دھماکا جس سے کائنات کا آغاز ہوا، ایک نظرئیے کے طور پر ’’بگ بینگ ‘‘کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ’’صفر حجم ‘‘ایک نظری وضاحت ہے جس کے ذریعے سائنس کسی شے کے ’’عدم وجود ‘‘کو ثابت کرتی ہے جو انسانی فہم سے ماورا ہے، لہٰذا ایک نقطے کو صفر حجم تسلیم کرکے ہی بات واضح کی جاسکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ’’صفر حجم والے ایک نقطے ‘‘کا مطلب اس کا ’’عدم وجود ‘‘ہے۔ گویا کائنات ’’عدم ‘‘سے ’’وجود ‘‘میں آئی ہے۔ بہ الفاظ دیگر یہ ’’تخلیق ‘‘کی گئی ہے۔

بگ بینگ نظریہ بیان کرتا ہے کہ ابتدا میں تمام اجسام ایک ٹکڑا تھے اور پھر یہ علیحدہ علیحدہ ہوئے۔ وہ حقیقت جسے بگ بینگ نظرئیے نے ظاہر کیا، قرآن پاک میں 14صدی پہلے واضح کردیا گیا کہ جب لوگوں کے پاس کائنات کے بارے میں بہت ہی محدود معلومات تھیں:

’’کیا ان کافروں کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ آسمان اور زمین)پہلے (بند تھے۔ پھر ہم نے دونوں کو)اپنی قدرت سے (کھول دیا اور ہم نے)بارش کے (پانی سے ہر جان دار چیز کو بنایا ہے۔ کیا)ان باتوں کو سن

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 112-135.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

کر (بھی) ایمان نہیں لاتے۔) ''
جیسا کہ درج بالا آیت میں بیان کیا گیا، کائنات کی ہر شے حتیٰ کہ ''آسمان اور زمین''کی تخلیق بھی، ایک عظیم دھماکے کے نتیجے میں ایک واحد نقطے سے کی گئی اور موجودہ کائنات کو ایک دوسرے سے الگ کرکے مخصوص شکل دی گئی۔جب ہم آیت میں درج بیان اور بگ بینگ نظریئے کا موازنہ کرتے ہیں تو دونوں ایک دوسرے سے مکمل ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔ تاہم بگ بینگ نظریہ بیسویں صدی میں ایک سائنسی نظریئے کے طور پر سامنے آیا۔ کائنات کا پھیلاؤ اس قرآنی دعوے کا ایک اہم ثبوت ہے جس کے مطابق کائنات ''عدم''سے ''وجود''میں لائی گئی۔ اگرچہ سائنس نے بیسویں دی میں چلکر اس حقیقت پرسے پردہ اُٹھایا، مگر اللہ نے قرآن پاک میں پہلے اس حقیقت کو بیان فرما دیا، ''اور ہم نے آسمانوں کو)اپنی (قدرت سے بنایا اور ہم وسیع القدرت ہیں۔''
قرآن مجید نے حیات انسانی کے ارتقاء کے جملہ مرحلوں پر بھر پور روشنی ڈالی ہے اور یہ معلومات اس وقت بیان کیں جب سائنسی تحقیق اور Embryology جیسے سائنسی مضامین کا نام ونشان بھی نہ تھا کیا یہ سب کچھ قرآن اور اسلام کی صداقت وحقانیت کو تسلیم کرنے کے لیے کافی نہیں؟آخر ایسا کیوں نہ ہوتا کیونکہ قرآن اُس رب کی نازل کردہ کتاب ہے جس کے نظامِ ربوبیت کے یہ سب پرتَو ہیں ا۔ س لیے اُس سے بہتر ان حقائق کو اور کون بیان کرسکتا تھا !بات صرف یہ ہے کہ سائنس جوں جوں چشمِ انسانی کے حجابات اُٹھاتی جا رہی ہے قرآنی حقیقتیں توں توں بے نقاب ہوکر سامنے آتی جارہی ہیں۔

تخلیق کائنات۔۔۔ حقائق

انسان کے اپنے بنائے ہوئے دھرم اور اللہ کے اتارے ہوئے مذہب میں یہ فرق ہے کہ اول سائنس اور عقل کا مخالف ہے،وہ دونوں کو ایک دوسرے کا ضد مانتا ہے تو دوسرا عین سائنس وعقل کے مطابق ہے ۔ وہ غور وفکر کو چیلنج نہیں کرتا بلکہ اس کی دعوت دیتا ہے اور ہر بات کے لئے اس کے پاس دلیل ہوتی ہے۔ قرآن کریم خدائی کتاب ہے اور علم و دانائی کا سرچشمہ ہے۔ یہ انسانی ہدایت کے لئے اترا ہے لہٰذا قرآن کریم انسان کو اللہ کی ذات و صفات کا قائل کرنے کے لئے بار بار غور وفکر پر ابھارتا ہے۔اس کے مطابق کائنات اور اس کی تخلیق میں غور وفکر انسان کو اللہ کے عرفان تک پہنچانے کاذریعہ ہے۔ جمادات، نباتات اور حیوانات کی جسمانی بناوٹ میں اللہ کی سینکڑوں حکمتیں پوشیدہ ہیں جن پر غور کیا جائے تو عقل حیران رہ جاتی ہے۔ ان تمام باتوں کو چھوڑ کر آدمی صرف اپنے بدن کی بنیاد یعنی ڈی این اے پر ہی غور کر لے تو اسے سمجھ میں آجائے گا کہ اس کی جسمانی ساخت میں کس قدر حکمت

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 112-135.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

ودانائی کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیلات کو اگر کاغذ کے صفحے پر لایا جائے تو لاکھوں صفحات سیاہ ہوجائیں مگر اس کی تفصیل تو کیا اجمال بھی نہ آسکیں۔ حالانکہ اس کا ابھی تین فیصد ہی سمجھ پانا ممکن ہوا ہے اور جب سائنس اور آگے بڑھے گی تو پتہ چلے گا کہ وہ جسے تین فیصد مان رہی ہے وہ ۱ ء ۰ فیصد بھی نہیں تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسا دانشمندانہ کام سب سے بڑا دانشمند اور حکیم ہی کرسکتا ہے کہ کسی کی زندگی اورشخصیت کی تمام تفصیلات ایک ایسے چھوٹے سے ذرے میں داخل کردے ۔ جو اتنا چھوٹا ہوکہ آنکھ بھی دیکھنے سے قاصر ہو۔ سائنس تو اللہ کی تخلیق میں غور وفکر کاہی نام ہے اور قرآن اس کی دعوت دیتا ہے لہٰذا وہ سائنس کا مخالف نہیں بلکہ اس کا رہنما ہے۔ قرآن میں جتنے مقامات پر ''غور کرو، فکر کرو، تدبر کرو، سوچو''جیسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں دنیا کی کسی دوسری مذہبی کتاب میں نہیں کئے گئے ہیں۔قرآن میں تقریباً ۷۵۰ مقامات پرسائنس کی جانب انسان کی توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ پیغمبر اسلام محمدرسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی پر نظر ڈالیں تواحساس ہوگا کہ آپ نے بھی ہمیشہ تدبر اورفکر پر ہی زور دیا۔ قرآن اور صاحب قرآن کا یہ انداز اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ قرآن کریم سائنس کے لئے چیلنج نہیں ہے بلکہ مشعل راہ ہے۔ جو سائنسی حقائق اب سامنے آرہے ہیں ان کا بیان کتاب اللہ میں چودہ سو سال قبل کیا جاچکا ہے اور آج دنیا سر دھن رہ رہی ہے کہ اسے اس حقیقت کا پتہ پہلے کیوں نہیں چلا؟

اسلام اور سائنس کی مشترکہ بنیادیں:

قرآن ، انسان کو موجودات میں فکرونظر کی دعوت دیتا ہے اور سائنس اسی کا نام ہے۔ موجودہ دور میں مسلمان کا علم سے رابطہ کم ہوا ہے اور حقیقی علم یعنی قرآنی علوم سے تو وہ بالکل بے بہرہ ہوگیا ہے۔ ایک چھوٹا سا طبقہ دینی علم کے لئے مدرسوں میں جاتا ہے جہاں کا نصاب تعلیم ایسا فرسودہ ہے کہ وہ نہ اسلام کی ترجمانی کرتا ہے اور نہ عصر حاضر کی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو دینی علوم حاصل کرکے نکلتے ہیں وہ اگر بعد میں عصری تعلیمی ادارے یا یونیورسیٹیوں کا رخ نہ کریں تو دنیا سے واقف نہیں رہ پاتے۔ آج خود مسلمان بھی کچھ مدرسوں کے نصاب تعلیم کو دیکھ کر یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ اسلام اور سائنس دومختلف چیزیں ہیں، لہٰذا وہ دین کے نام پر گھر میں بچوں کو قرآن مجید ناظرہ پڑھادیتے ہیں اور نماز کا طریقہ سکھا دیتے ہیں۔ باقی تعلیم ان کی اسکولوں اورکالجوں میں ہوجاتی ہے۔ وہ سمجھ ہی نہیں پاتے کہ قرآن کریم ہی سائنس کا اصل منبع و سرچشمہ ہے اور وہ کائنات کے ایسے سربستہ رازوں کا افشا کرتا ہے جہاں تک پہنچنا سائنس دانوں کے لئے مشکل ہوتا ہے۔ دراصل اسلام اور سائنس کی مشترکہ بنیادیں ہیں اور یہی مومن کا وہ گمشدہ خزانہ ہے جسے حاصل کرنے کے لئے

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 112-135.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

کبھی سب پر علم کے حصول کے فرضیت کی بات کہی گئی تو کبھی چین جیسے دور دراز ملک کا دشوار گذار سفر کرنے کو کہا گیا۔ اکیسویں صدی علم و ہنر کی صدی ہے اور اسی کے ساتھ قبولیت حق کی صدی بھی ہے۔ اس لئے کہ جب انسان علم و ہنر سے آراستہ ہوتا ہے تو اس کے دل پر حقائق کی روشنی ظاہر ہوتی ہے اور اسی اجالے میں وہ حق وباطل کی پہچان کرتا ہے۔

تخلیقِ کائنات کے راز اور قرآن :-

تخلیق کائنات کے سربستہ راز اور اس کی وسعت ابھی تحقیق کا موضوع ہیں مگر اس کی پیدائش میں جو حکمت و دانائی ہے اور جو تناسب ہے وہ عقل کو حیران کرنے والا ہے۔ جب ایک معمولی سی چیز بغیر اپنے صانع اور خالق کی مرضی کے متناسب نہیں بن سکتی تو اتنی بڑی کائنات اور اس کی مخلوقات کی تخلیق بغیر کسی حکمت و دانائی کے کیسے ہوسکتی ہے؟ وہی صاحبِ حکمت خالق اور پالنہار، اللہ ہے،جس کے عرفان کی قرآن دعوت دیتا ہے اور اس کی ذات و صفات اور عبادت میں کسی اور کو شریک کرنے سے روکتا ہے۔ اسی مالک کے بارے میں بتانے کے لئے لاکھوں ابنیاء، اولیاء، صلحاء اس دنیا میں تشریف لائے۔ ماڈرن سائنس ہر مذہبی نظریے سے اوپر اٹھ کر کائنات اور تخلیق کی حکمتوں میں غور کر رہی ہے۔ آج جو بھی سائنسداں ہیں ان میں برائے نام ہی مسلمان ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ وہ قرآنی تعلیمات سے متاثر ہوکر کسی موضوع پر غور وفکر کرتے ہیں اور تحقیق کا کام کرتے ہیں بالکل غلط ہوگا۔ اسی کے ساتھ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جدید سائنس کی تحقیقات قرآن کے بیانات کو درست ثابت کرتی ہیں۔گویا سائنس اور قرآن دونوں ایک دوسرے کی ضد نہیں بلکہ ایک دوسرے کے معاون و مدد گار ہیں۔قرآن میں جوکچھ بھی بیان ہوا ہے، سائنس اس کی تصدیق کرتی ہے اور اگر کوئی بات ایسی ہے جسے سائنس داں سائنس کی رائے سے الگ مانتے ہیں تو اس کے بارے میں ہم پورے یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ مستقبل قریب میں جب سائنس اور آگے بڑھے گی تو اس کی بھی تصدیق کرے گی اور قرآن کے آگے اسے سرجھکانا پڑے گا،کیونکہ سائنس دانوں کا دماغ محدود ہے اور قرآن اس خالق کی کتاب ہے جوحکیمِ مطلق ہے اور حکمت و دانائی کا خالق ہے۔وہ سب کو عقل و شعور بخشتاہے اور علم ہنر کی روشنی بھی اسی کی پیدا کردہ ہے لہٰذا اس کی دانائی کا محدود ہے۔

کی بات کہی گئی۔ ظاہر ہے کہ آج کے ماہرین نفسیات بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انسان کو جو سکون کسی اور کام میں نہیں ملتا وہ قرآن اور سائنس کی مطابقت:

طہارت کو قرآن میں نماز کے لئے لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بغیر نماز نہیں ہوسکتی۔طہارت کا مطلب ہے پاکیزگی، جس کے لئے کبھی غسل کا حکم ہے اور کہیں وضو کا۔ وضو بہ ظاہر ایک ایسا عمل ہے

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 112-135.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

جس میں ہاتھ ،منہ دھویا جاتا ہے، سر کا مسح کیا جاتا ہے اور پیر دھوئے جاتے ہیں مگر اسی کے ساتھ جسم کی صفائی ہوجاتی ہے، جو انسان کو بہت سی بیماریوں سے دور رکھتی ہے۔ قرآن کے اس حکم کی افادیت کو آج کی میڈیکل سائنس بھی مسترد نہیں کرسکتی۔ یونہی قرآن میں ایک مہینے کا روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، جس میں آدمی صبح صادق سے شام تک بھوکا اور پیاسا رہتا ہے۔ بھوک اور پیاس ایک طرف تو انسان کو فکر ونظر پر مجبور کرتے ہیں تو دوسری طرف اسے دوسروں کی بھوک اور پیاس کا احساس دلاتے ہیں۔ ویسے جدید سائنس کی تحقیقات سے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ کم کھانے والے لوگ زیادہ دن زندہ رہتے ہیں۔ گویا کم کھانا صحت مند زندگی جینے کے لئے ضروری ہے ۔قرآن مجید نے شراب،مردار، سور کا گوشت،جوا،سود جیسی چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اور عقل و تجربہ کی روشنی میں بھی یہ تمام باتیں مہلک اور انسانیت کی دشمن ثابت ہوچکی ہیں۔ قرآن میں صرف آسٹروسائنس، بایولوجی اور میڈیکل سائنس ہی نہیں بلکہ سماجی علوم بھی ہیں۔ حالانکہ قرآن کامقصد سائنس کا بیان نہیں ہے کیونکہ یہ کتاب ہدایت ہے جس کا مقصد انسان کو بہترزندگی جینے اور دنیا کا نظام چلانے کے لئے گائیڈ کرنا ہے مگر اسی کے ساتھ سائنس کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ انسان کی فکری رہنمائی اس کے بغیر ممکن نہیں ہوسکتی تھی۔ وہ جب تک کائنات اور اس کی اشیاء کی ماہیت پر غور نہیں کرتا وہ اللہ کی حکمت کے راز نہیں پاسکتا۔اسلام میں جو صوفیہ کا طبقہ پیدا ہوا وہ اسی لئے کہ یہ حضرات اللہ کی ذات و صفات پر غور کرتے تھے اور اس کا عرفان حاصل کرتے تھےیہ وہ لوگ تھے جنھیں غور وفکر کے بعد اللہ کا عرفان حاصل ہوتا تھاگویا یہ وہ سائنسداں تھے جن کا مقصد مادیت کا حصول نہیں بلکہ حقیقت تک پہنچنا مقصود تھا۔ جابربن حیان جنھیں ساری دنیا میں ماہر کیمیا کے طور پر جانا جاتا ہے،ایسے پہلے شخص تھے جو ”صوفی“ کے لقب سے پکارے گئے۔ حاصل کلام کہ انسان جب تک سائنس کو نہیں سمجھ پاتا وہ صحیح معنوں میں اللہ کا عرفان نہیں پاسکتااور نہ ہی صحت مند زندگی پاسکتاہے۔ وہ سائنس کے ذریعے ہی اللہ کی کائنات اور اس کی تخلیقات کی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے۔

ڈارونِ کا مفروضۂ اِرتقائے حیات (Darwinism

کرۂ ارضی پر پائے جانے والے اَدوارِ حیات میں سے اِس وقت ہم مرحلۂ حیاتِ جدید **(Cenozoic Era)** کے آخری حصے میں موجود ہیں، جسے سائنسی اِصطلاح میں ’ممالیہ جانوروں اور پرندوں کا دَور‘ کہا جاتا ہے۔ چارلس ڈارونِ کے مطابق نوعِ اِنسانی بھی دُوسرے بہت سے جانوروں کی طرح ’ممالیہ گروپ‘ سے تعلق رکھتی ہے۔ اُس نے اِنسان کو جانوروں کے درج ذیل حصے میں شمار کیا ہے :

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 112-135.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

Phylum..............................Chordata

Sub-Phylum.......................Vertebrata
Class................................Mamm

Order.................................Primate

Superfamily.........................Hominoid

Family...............................Hominoid

Genus..................................Homo

Species..........................Homosapien

جب سے ڈارون کے مفروضۂ اِرتقاء نے نوعِ اِنسانی کو بوزنہ (ape) ہی کی ایک ترقی یافتہ شکل قرار دیا ہے تب سے موجودہ دَور کو ’ممالیہ جانوروں اور پرندوں کا دَور‘ کہا جانے لگا ہے اور اِس ضمن میں اِنسان کا الگ سے ذِکر نہیں کیا جاتا۔ تاہم قرآنِ مجید نسلِ اِنسانی کو ’’خَلْقِ آخَر‘‘ (ممیز مخلوق) کہہ کر پکارتا ہے اور اُسے ’’أَحْسَنِ تَقْوِيم‘‘ (بہترین بناوَٹ) قرار دیتا ہے، لہٰذا اِس دور کو ’جانوروں، پرندوں اور اِنسانوں کا دَور‘ کہا جانا چاہیئے۔ یہ بات بھی ذِہن نشین رہے کہ جانور، پرندے اور اِنسان، تینوں مخلوقات ایک ہی دَور میں ظہور پذیر ہوئیں۔ قرآنِ حکیم بھی ایک مقام پر اِسی مفہوم میں یوں فرماتا ہے :

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلاَ طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلاَّ أُمَمٌ أَمْثَالُكُم.(24)

اور (اے اِنسانو!) کوئی بھی چلنے پھرنے والا (جانور) اور پرندہ جو اپنے دو بازوؤں سے اُڑتا ہو (ایسا) نہیں ہے مگر یہ کہ (بہت سی صفات میں) وہ سب تمہارے ہی مماثل طبقات ہیں۔

ڈارونی اِرتقاء کا غیرسائنسی اَفسانہ

لیمارک (Lamarck)، مالتھس (Malthas)، مینڈل (Mandle)، ڈارون (Darwin)، اوپرائن (Oparin)، مونوڈ (Monod)، وِلسن (Wilson)، اور دُوسرے بہت سے وہ لوگ جنہوں نے لیمارکزم

(Lamarchism)، ڈارونزم (Darwinism) اور نیوڈارونزم (Neo Darwinism) جیسے اِرتقائی نظریات پیش کئے اُن کے تمام کئے دَھرے کا اِنحصار اِنسان اور دیگر جانوروں کے مابین پائی جانے والی کچھ مماثلتوں پر ہے۔ جو حقیقت میں محض مماثلتیں ہی ہیں اور اُن سے وہ نتائج اَخذ کرنا جو اُنہوں نے کئے کسی طرح بھی دُرست نہیں۔ وہ مماثلتیں مندرجہ ذیل ہیں :

1. حیاتیاتی مماثلتیں (biological similarities)
2. عضوِی یا ترکیبی مماثلتیں (anatomical similarities)
3. حیاتی کیمیائی مماثلتیں (biochemical similarities)
4. جینیاتی مماثلتیں (genetic similarities)

یہ تمام مماثلتیں جو طویل سائنسی تحقیقات کی بدولت دریافت کی گئی ہیں، قرآنِ مجید نے آج سے 14 صدیاں قبل اِن کا ذِکر سورۂ اَنعام کی آیت نمبر 38 میں کر دیا تھا۔ ’’أَمْثَالُكُم‘‘ (تمہارے جیسی) کا لفظ جانوروں، پرندوں اور اِنسانوں کے مابین مختلف اَقسام کی مماثلتوں کی طرف واضح اِشارہ کر رہا ہے، جس سے کلامِ الٰہی کی صداقت اور حقیقت آشکار ہوتی ہے۔ تاہم قرآنِ حکیم اُن مماثلتوں سے لئے جانے والے بیہودہ ڈارونی اِستدلال سے ہرگز اِتفاق نہیں کرتا اور نہ تمام کے تمام سائنسدان اِس سے اِتفاق کرتے ہیں۔ اِس کے علاوہ خود ساختہ نظریۂ اِرتقائے حیات کے حاملین اپنے اِس مَن گھڑت فرسودہ مفروضے کو قطعی طور پر ثابت بھی نہیں کر سکے۔ وہ اپنے مفروضے میں موجود تسلسل کے فقدان سے بھی بخوبی آگاہ ہیں۔ اس عدم تسلسل کو وہ ’گمشدہ کڑیاں‘ (missing links) کہتے ہیں۔ اُن بہت سی گمشدہ کڑیوں کے باوصف مفروضۂ اِرتقاء کی بہت سی خلطِ مبحث اور متضاد تعبیرات کی جاتی ہیں اور کوئی بھی متفقہ نظریہ منظرِ عام پر نہیں آ سکا۔ یہاں پر یہ حقیقت بھی عیاں ہوتی ہے کہ سائنسی تحقیقات کے وہ گوشے جو قرآنی تصوّرات سے ہم آہنگ ہیں، وہ بالکل فطری انداز میں منتج ہوتے ہیں اور سائنس اُس منزل تک پہنچنے میں بآسانی کامیاب ہو جائے گی۔ دُوسری طرف تمام وہ تصوّرات جو قرآنی تعلیمات سے متعارِض ہوں کبھی بھی تذبذُب اور شکوک و شبہات سے نہیں نکل سکتے اور اُن میں اِبہام و اِلتباس ہمیشہ برقرار رہے گا اور کوئی حتمی اور قطعی نتیجہ بھی برآمد نہ ہو پائے گا۔ یہی حالت مفروضۂ ارتقاء کی بھی ہے۔ اب یہاں ڈارون کے غیرمنطقی مفروضۂ اِرتقاء کے بارے میں ترکی کے نامور محقق ڈاکٹر ہلوک نور باقی کی تحقیق پیش کرتے ہیں تاکہ اِرتقاء کا یہ مَن گھڑت اَفسانہ طشت اَز بام ہو سکے۔

ڈاکٹر ہلوک نور باقی کے بقول چارلس ڈارون (Charles Darwin) نے آج سے تقریباً ایک سو سال قبل کیمبرج یونیورسٹی کے کرائسٹ کالج (Christ's Collage) سے گریجویشن کی ڈگری حاصل کی۔ اِس سے پہلے اُسے علمِ حیاتیات (biology) یا علمُ الطب (medical science) کا کوئی خاص تجربہ نہ تھا۔ اُس نے یہ دعویٰ کیا کہ اِنسان ایک جانور تھا جس کا اِرتقاء 'یک خلوِی جسیمے' (unicellular organism) سے ہوا اور وہ بوزنہ (ape) سے پروان چڑھا ہے۔ بہت سے سائنسدان بلا سوچے سمجھے اُس کی باتوں میں آگئے اور اُس کے ہم نوا بن بیٹھے، اور یوں جلد ہی اِرتقاء کا یہ اَفسانہ اپنی پوری رفتار کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا۔ یہ مفروضہ کئی سال تک دُنیا بھر کے تمام تعلیمی اِداروں میں اِس طرح پڑھایا جاتا رہا جیسے یہ واقعی کوئی سائنسی حقیقت ہو، حالانکہ سائنسی تحقیقات سے اُس کا دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ دورِ جدید کے ایک سائنسدان ڈُواں گِش (Duane Gish) کے بقول اِرتقاء۔۔۔ اِنسان کا جانور کی ترقی یافتہ قسم ہونا۔۔۔ محض ایک فلسفیانہ خیال ہے، جس کی کوئی سائنسی بنیاد نہیں ہے۔ آر بی گولڈسمتھ (R. B. Goldschmidt) جو بیالوجی کا ایک پروفیسر ہونے کے ساتھ ساتھ مفروضۂ اِرتقاء کا پُرزور حامی بھی ہے، اِس حد تک ضرور دیانتدار ہے کہ اُس نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اِرتقاء کے حق میں تمام تر شکوک و شبہات سے بالا تر کوئی شہادت میسر نہیں آسکی اور یہ محض تصوّرات کا ایک تانہ بانہ ہے۔

سائنسی علوم سے نابلد لوگ اِس حقیقت سے آگاہ نہیں کہ ڈارونزم اور نیوڈارونزم کے خلاف سائنسی شہادتوں کے اَنبار لگتے چلے جا رہے ہیں۔ اِس قسم کے نظریات باطل اور فرسودہ سوچ کے حامل گمراہ لوگوں کے لئے ہمیشہ سے پسندیدہ مشاغل رہے ہیں، جو محض شہرت کی خاطر بلاتحقیق ایسے ایشوز پیدا کرتے رہتے ہیں جن کا حقیقت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ پچھلے چند برسوں سے اِس مفروضہ کے خلاف تنقید میں بڑے بڑے ماہرینِ حیاتیات کا بھرپور اِضافہ ہوا ہے۔ جیریمی رِفکن (Jeremy Rifkin) نے اپنے مقالات میں اِس حقیقت کا اِنکشاف کیا ہے کہ علمِ حیاتیات (biology) اور علمِ حیوانات (zoology) کے بہت سے تسلیم شدہ محققین مثلاً سی ایچ واڈنگٹن (C. H. Waddington)، پائرے پال گریس (Pierre-Paul Grasse) اور سٹیفن جے گولڈ (Stephen J. Gold) وغیرہ نے مفروضۂ اِرتقاء کے حامی نیم خواندہ جھوٹے سائنسدانوں کے جھوٹ کو طشت اَز بام کر دیا ہے۔

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 112-135.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

اِنسانی ذرائعِ علم

اللہ تعالیٰ کے جاری کردہ نظامِ ربوبیت نے اِنسان کو اپنے گرد و پیش اور ماحول سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے مختلف ذرائعِ علم و ہدایت سے نوازا ہے۔ اُسے سوچنے کے لئے طاقتور دِماغ، دیکھنے کے لئے صاف شفاف آنکھیں، سُننے کے لئے حسّاس کان، چکھنے کے لئے زبان، سُونگھنے کے لئے ناک، چُھونے کے لئے ہاتھ اور اِحساسِ لمس کے لئے اَعصاب بخشے گئے ہیں۔ اِن ذرائعِ علم کو عقل اور حواس کہا جاتا ہے۔ یہ اُس ذاتِ برحق کی عنایت ہے کہ اُس نے اِن ذرائع کو بالعموم ہر اِنسان کے لئے کھلا رکھا ہے، اُنہیں محدُود اور مسدُود نہیں فرمایا۔

اِنسان کو ذرائعِ علم عطا کئے جانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ بھرپور طریقے سے کائنات میں زندگی بسر کر سکے مخلوقات اور اُن کے خواص و اَوصاف کو جانے، اُن کی حقیقتوں کا اِدراک کرے اور اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے مختلف زاویوں سے غوروفکر کر سکے۔

اِس مقصد کے لئے بلاتمیز رنگ ونسل، اِنسان کو جو ذرائع عطا کئے گئے ہیں اُنہیں تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے :

1. حواسِ خمسہ ظاہری
2. حواسِ خمسہ باطنی
3. لطائفِ خمسہ قلبی

نظریہ ارتقاء کو سائنسی دلائل اور مشاہداتی حقائق کی بنیاد پر باطل ثابت کرتا ہے۔ ان کی مشہور کتاب(Evolution Deceit یعنی ارتقاء کا دھوکہ) کا موضوع بھی یہی نظریہ ارتقاء ہے جس میں انہوں نے ارتقاء کے میدان میں ہونے والی تحقیق ہی کے ذریعے نظریہ ارتقاء کو غلط ثابت کیا ہے اور اس نظرئیے میں فاش غلطیوں سے پردہ اٹھایا ہے۔ زیرِ نظر مضمون جناب ہارون یحییٰ کی ایک اور کتابAllah is Known Through Reason کا ایک طویل باب ہے جسے ان کی مذکورہ بالا کتاب کا خلاصہ سمجھنا چاہیے۔نظریہ ارتقاء ایک ایسی دنیا کا فلسفہ اور تصور ہے جو زندگی کی ابتداء اور وجود کو محض اتفاقات کی صورت میں بیان کرنے کے لئے جھوٹے نظریات، مفروضات اور خیالی منظر نامے پیش کرتی رہتی ہے۔ اس فلسفے کی جڑیں ماضی میں بہت گہری ہیں اور قدیم یونان میں جاکر نکلتی ہیں۔ نظریہ ارتقاء پیش کرنے والا شخص، خصوصاً اس شکل میں پیش کرنے والا کہ جس کا دفاع آج کل کیا جارہا ہے، برطانیہ کا ایک شوقیہ حیاتیات داں(Amateur Biologist) ، چارلس رابرٹ ڈارون تھا۔ ڈارون نے اپنے یہ خیالات پہلی مرتبہ(The Origin of Species by Means of Natural Selectionیعنی

''فطری انتخاب کے ذریعے انواع کا ظہور'') نامی کتاب میں 1859 ء میں پیش کئے۔ اپنی اس کتاب میں ڈارون نے یہ دعویٰ کیا کہ تمام جانداروں کا ایک ہی مشترکہ جدِ امجد (Common ancestor) ہے، اور یہ کہ فطری انتخاب (نیچرل سلیکشن) کے ذریعے ایک سے دوسری انواع وجود میں آتی ہیں۔ وہ انواع جنہوں نے اپنے مسکن (habitat) سے بہترین مطابقت اختیار کی، انہوں نے اپنی یہ خصلتیں(Traits) یا امتیازی خصوصیات) آنے والی نسلوں کو منتقل کردیں۔ یہ عمل لاکھوں سال تک جاری رہا اور ہر آنے والی نسل میں یہ مفید خصوصیات جمع ہوتی رہیں (یعنی بڑھتی رہیں)۔ اس طرح سے ایک نوع کا جاندار تبدیل ہوتے ہوتے اپنے آباؤ اجداد سے کہیں زیادہ مختلف اور ترقی یافتہ شکل اختیار کر گیا۔ لہٰذا انسانی نسل بھی فطری انتخاب کے عملی نظام کی سب سے ترقی یافتہ پیداوار (product) ہے۔ مختصراً یہ کہ کسی بھی ایک نوع کی اصل (Origin) کوئی دوسری نوع تھی

''نصف ارب سال پہلے نمایاں طور پر پیچیدہ ساخت والے جانور، جیسے کہ ہم آج دیکھتے ہیں، اچانک ظاہر ہوگئے۔ یہ موقع یعنی زمین پر کیمبری عصر کا آغاز (تقریباً 55 کروڑ سال پہلے)، ایک ایسے ارتقائی دھماکے کی مانند ہے جس نے زمین کے سمندروں کو اوّلین پیچیدہ جانداروں سے بھر دیا تھا۔ جانداروں کے وسیع فائلم (Phyla) ، جن کا آج ہم مشاہدہ کرتے ہیں، ابتدائی کیمبری عصر میں بھی موجود تھے اور ایک دوسرے سے اتنے ہی جداگانہ اور ممتاز تھے جتنے کہ آج ہیں''۔

کامیاب خلقت

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں انسان کی فطری کمزوریوں میں سے ایک کمزوری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَكَانَ الْإِنسَانُ عَجُولاً۔

''اور انسان بڑا ہی جلد باز واقع ہوا ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی طبیعت میں عجلت پسندی یا جلد بازی کا مادہ پایا جاتا ہے کہ وہ ہر معاملے میں فوری نتائج چاہتا ہے۔ چنانچہ وہ اُن کاموں کی طرف لپکتا ہے جہاں کوئی فوری فائدہ یا لذت دکھائی دے رہی ہو، خواہ اُس کا آخری انجام نقصان دہ ہی ہو لیکن اُن کاموں کی طرف آمادہ نہیں ہوتا جہاں کوئی وقتی فائدہ یا مصلحت نظر نہ آرہی ہو یا بظاہر کوئی نقصان دکھائی دے رہا ہو اگرچہ آخر میں وہاں سے کوئی بہت بڑا فائدہ برآمد ہونا ہو۔ یہ انسان کی عجلت پسندی ہی ہے جو اُسے دنیا کے وقتی ، عارضی، فانی اور ناپائیدار فائدوں کی طرف اُکساتی ہے اور آخرت کے حقیقی نفع کو جو بظاہر دکھائی نہیں دے رہا اُسے نظروں سے اوجھل کر دیتی ہے۔

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 112-135.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

نہیں اُترے گا اُس کو چھوڑ دے گا۔

<u>ہمارا طرز عمل اور ذمہ داری کا تقاضا</u>

یہاں عام لوگ یہ غلطی کرجاتے ہیں کہ روزمرہ کی زندگی کے عام معمولات میں وہ تخلیق کے پہلے گوشے یا پہلو (یعنی ذہنی تخلیق) کو بالعموم شعوری طور پر یا سوچ سمجھ کر نہیں کرتے اور بلا سوچے سمجھے جو بات ذہن میں آجائے اُس پر عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہیں سے انسانی زندگی کی بیشتر محرومیوں اور گمراہیوں کا آغاز ہوتا ہے ۔ علاوہ ازیں انسان کی رائے کو ایک خاص شکل دینے میں اُس کے اردگرد کا ماحول ، معاشرتی رسوم و رواج، دوست احباب، والدین کی تربیت اور سکول و کالج کی تعلیم وغیرہ جیسے عوامل بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ نتیجتاً انسانی شخصیت ایک خاص سانچے میں ڈھلتی جاتی ہے۔ انسان دوسروں کے لکھے ہوئے سکرپٹ پر اداکاری کرتے ہوئے ہی اپنی قیمتی اور انمول زندگی کو ضائع کرتا چلا جاتا ہے اور اپنے مخصوص جوہر کو دریافت کرنے اور اُسے بروئے کار لانے نیز اپنے اُس کردار کو بھرپور طریقے سے سرانجام دینے میں ناکام رہتا ہے جو دنیا کی اس سٹیج پر قدرت کی طرف سے اُس کے لیے ودیعت کیا گیا تھا۔

ہمیں جان لینا چاہیے کہ زندگی جیسی گرانقدر دولت صرف اور صرف ایک بار ملتی ہے۔ پھر موت زندگی کا اختتام نہیں ہے بلکہ حیات جاودانی کا دیباچہ ہے جس کے اچھے یا بُرے ہونے کا دارومدار مکمل طور پر اس بات پر ہے کہ ہم نے اس چند روزہ زندگی کو کیسے گزارا۔ لہٰذا صورت حال کی حساسیت (Sensitivity) اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم شاہراہ حیات پر آنکھیں کھول کر چلیں اور پھونک پھونک کر قدم رکھیں۔ اس مقصد کے لیے بہت ضروری ہے کہ ہم قرآن و حدیث کی تعلیمات سے راہنمائی لیتے ہوئے، اپنے حالات اور ماحول کے تقاضوں اور مجبوریوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے نیز اپنے ذوق، رجحان و مزاج اور اپنی منفرد خصوصیات کی گہری معرفت حاصل کرتے ہوئے خوب غوروفکر کر کے زندگی کا ایک لائحہ عمل ترتیب دیں۔ زندگی گذارنے کے کچھ راہنما اصول اور ضابطے مقرر کریں ۔ جن کی بنیاد ابدی سچائیوں پر ہو اور جو فطرت کے اُصولوں سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہوں۔ پھر اُن اصولوں کو دل و دماغ میں نقش کر لیں اور زندگی کے ہر دن کے ہر لمحے میں اپنی جملہ حرکات و سکنات، تمام فیصلہ جات اور عملی اقدامات میں اُن کو حتی الوسع ملحوظ خاطر رکھیں۔

یہ گویا ہمارے لیے زندگی کا آئین ہوگا جس کی روشنی میں ہم زندگی کے معاملات کو بہتر انداز سے چلانے کے قابل ہو جائیں گے اور ادھر اُدھر بھٹکنے سے بچ جائیں گے۔ بالکُل اسی طرح جیسے ایک مہذب ملک کو چلانے کے لیے ایک آئین ضروری ہوتا ہے اور اُس کے تمام معاملات اُسی کی روشنی میں

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 112-135.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

طے کیے جاتے ہیں۔ اس آئین کی موجودگی میں ایک طرف تو ہم اپنے اندر اُٹھنے والی ناجائز خواہشات کے منہ زور ریلے میں بے بس تنکوں کی مانند بہنے سے بچ جائیں گے اور دوسری طرف ماحول اور معاشرے کے لکھے ہوئے سکرپٹ پر اداکاری کرنے سے بچ جائیں گے۔ ہمارا ہر قدم ہمارے طے شدہ اُصولوں اور اعلیٰ اقدار کا ترجمان ہو گا۔ نتیجتاً زندگی کا معیار بہتر سے بہتر ہوتا چلا جائے گا اور زندگی کا دامن سچی خوشیوں، دائمی مسرتوں اور ابدی راحتوں سے بھرتا چلا جائے گا۔ نہ صرف یہ کہ ہماری دنیوی زندگی خوشگوار ہوتی چلی جائے گی بلکہ اس زندگی کے اختتام پر جو ابدی زندگی آنے والی ہے اُس میں بھی ہم کامیاب اور سرخرو ہو سکیں گے۔ یہی کامیاب لوگوں کی خصوصی عادت ''انجام پر نظر رکھنے'' کا منتہائے مقصود ہے۔

حوالہ جات

(1)- 14-23:12
(2)- السجدہ ، 7-8 ۔
(3)- قرآن اینڈ ماڈرن سائنس از ڈاکٹر ذاکر نائیک ، ص:50-51۔
(4)- اللہ کی نشانیاں ۔صفحہ100-103۔
(5)-(واقعہ ۔ 57-59) ۔
(6)- (الدھر ، 76-2)۔
(7)- تیسیر القرآن ، جلد چہارم ، الدھر ، حاشیہ 2
(8)- قرآن اور جدید سائنس از ڈاکٹرطاہر القادری، ص:112۔
(9)-تفہیم القرآن ، جلد ششم ، ضمیمہ نمبر 4،بسلسہ الطارق ،حاشیہ3۔
(10)- سائنسی انکشافات قرآن وحدیث کی روشنی میں۔صفحہ 256۔
(11)- سائنسی انکشافات قرآن وحدیث کی روشنی میں ۔ ص:78 ۔
(12)- The Developing Human,Moore and Persaud,5thed. Page :08 and Human Development as described in the Quran and sunnah, Moore and other Page : 36
(13)-۔قرآن اینڈ ماڈرن سائنس از ڈاکٹر ذاکر نائیک ، ص:57۔
www.islam-guide.com

(14)- سائنسی انکشافات قرآن وحدیث کی روشنی میں - ص:100

(15)- قرآن اینڈ ماڈرن سائنس از ڈاکٹر ذاکر نائیک ، ص:49,59

(16)- تخفة المودود'باحکام المولوداز ابن قیم الجوزی ،ص:259

(17)- سائنسی انکشافات قرآن وحدیث کی روشنی میں ص:84-88

(18)- بحار الانوار ، ج٤ ص ١٢ ، بنا بر نقل معانی الاخبار اورتوحید صدوق

(19)- بحار الانوار ج١١ ص ١٦٠ ، نقل از تفسیر قمی ص ٢٣١

(20)- بحار الانوار ج٤ ،ص١٢ ، بحوالہ ٔ نقل از معانی الاخبارو توحید

(21)- سائنسی انکشافات قرآن وحدیث کی روشنی میں - ص:107-

(22)- قرآن اینڈ ماڈرن سائنس از ڈاکٹر ذاکر نائیک ،ص:67-

(23)- بحار الانوار ج4،ص:189-

(24)- (الانعام، 6 : 38)-

.Jeremy Rifkin, Algeny, Middlesex : Penguin,1984 .(25)

Paul S. Moorhead and Mirtin M. Kaplan, eds. Mathematical Challenges .(26)
to the Neo-Darwinian Interpretations of Evolution, Philadelphia : Wistar
Institute Press,196

Norman Macbeth, Darwin Retried : An Appeal to Reason, Boston : .(27)
.Gambit, 1971

Duane T. Gish, Evolution : The Fossils Say No!, San Diego : Creation .(28)
.Life Publishers, 1978

John Moore, On Chromosomes, Mutations and Philogeny, Philadelphia, .(29)
.1971

)146(,Walter J. Bock, Book Review of Evolution, Orderly Law, Science .(30)
.1969

Harold Francis Blum, Time's Arrow and Evolution, Princeton University .(31)
.Press, 1968

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 112-135.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

.Nilson N. Heribert, Synthetische Artbildung, University of Lund, Sweden .(32)

Pierre-Paul Grasse, Evolution of Living Organisms, New York : .(33)
.Academix Press, 1977

David Raup. Conflicts Between Darwin and Paleontology, Field Museum .(34)
.of Natural History Bulletin. January 1979